



Year 2023; Vol 02 (Issue 02)

PP. 46-62 <https://journals.gscwu.edu.pk/>

ڈاکٹر سارہ مجید
لیکچرار، شعبہ اردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان۔
ڈاکٹر عذرا پروین
ایسوسی ایٹ پروفیسر، چیئر پرسن، شعبہ اردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان

Dr.Sara Majeed

Lecture, Department of Urdu, The Women University, Multan.

Dr.Azra Parveen

Associate Professor, Chairperson, Department of Urdu, The Women University, Multan

نذیر احمد کے ناول ”ابن الوقت“ کا نو آبادیاتی مطالعہ

A colonial study of Nazir Ahmed's novel
Ibn al-Waqt

Abstract:

Deputy Nazir Ahmed wrote this novel in 1888. Wrote which is technically and intellectually more reliable than his early novels. The war of 1857 in Nadal was based on the conditions of independence and the role of British Colonialism in Burma. The Political, Social and Religious events of the time have been considered with different characters and Hujjat al-Islam is included. Ibn Al-Waqt uses Marbi Culture and tradition. On the contrary, Hujjat al-Islam is a representative of orientalism and Islamic

Civilization. The novelist is trying to tell that the English culture must be adopted but not to the extent that it is its own. Ignore the culture completely Nazir Ahmed also looked after the resistance against the British in the Indian society. In this novel, he has depicted the neo-demographic period very well.

Key words: Social and Religious, characters, orientalism, Islamic Civilization, neo-demographic.

لفظ کالونی ایک لاطینی اصطلاح "Colonia" سے نکلا ہے۔ نو آبادیات کا لفظ "نو آبادی" (Colony) سے مشتق ہے جس کا لغوی معنی "نئی آبادیاں" یا نئی بستیاں ہے۔ اس کا اصطلاحی مطلب یہ کہ کسی منظم گروہ کا کسی نئی آبادی میں جا کر وہاں کے مقامی باشندوں کو یرغمال بنانا اور پھر ان کا استحصال کر کے ان کے وسائل پر اجاری داری قائم کر کے نئی آبادیاں قائم کرنا ہے۔ اوکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق نو آبادیاتی صورت حال کی تعریف ملاحظہ ہو:

"ایک نئے ملک میں آبادکاری۔۔۔ لوگوں کا ایک گروہ جو ایک جگہ پر قیام پذیر ہو کر، ایک ایسا سماجی گروہ بناتا ہے جس کے وجود کی مشروطیت اُس کے آبائی ریاست سے انسلاک پر ہوتی ہے۔ اس طرح تشکیل پانے والا گروہ آبائی ریاست سے اُٹے ہوئے نوآبادکاروں ان کے اجداد اور جانشینوں سے براہ راست منسلک ہوتا ہے۔" (۱)

عام طور پر اردو میں کالونی کا لفظ سنیوں تو ہمارے ذہن میں مرکز شہر سے ملحق آبادی کا تصور آتا ہے۔ جو ایک طرف تو اپنی ایک انفرادی شناخت رکھتی ہے تو دوسری طرف وہ بہت حد تک مرکزی شہر سے وابستہ ہوتی ہے۔ لیکن نو آبادیات میں کالونی کا مطلب اس سے مختلف ہے۔ یہاں کالونی کا لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور مرکزیت کا دائرہ عمل ایک شہر اور اس سے منسلک کالونی سے نکل کر خطوں اور براعظموں تک پھیل جاتا ہے۔

انسان کے ایک دوسرے پر غالب ہونے کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ ابتدا میں جب انسان مختلف قبیلوں کی صورت میں رہتے تھے اس دور میں بھی وسائل کے حصول کے لیے طاقت ور قبیلے کمزور قبیلے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ طاقتور قبیلہ نہ صرف انہیں یرغمال بناتا بلکہ ان سے وسائل چھین کر ان کی جانیں بھی لیتا تھا۔ قبائلی نظام کے ارتقاء کے بعد جب مختلف ممالک وجود میں آئے تو ان کی نظر ہمیشہ کمزور کو تلاش کرتی رہی تاکہ ان کا استحصال کیا جائے۔

نو آبادیاتی صورت حال میں دو الفاظ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں ایک نو آبادکار اور دوسرا نو آبادی۔ ایک غالب دوسرا مغلوب ان دونوں میں مفتوح اور فاتح کا تعلق ہے۔ فاتح ہمیشہ مفتوح پر غلبہ قائم کرتا ہے۔ بقول ناصر عباس نیر:

"یہ مخصوص لوگوں کے ہاتھوں کسی خاص مقاصد کے حصول کی خاطر پیدا ہو نے والی صورت حال ہے۔ اس مخصوص گروہ کو نو آباد کار کے علاوہ استعمارکار کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ نو آباد کار اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بہت سے حر بے استعمال کرتے ہیں۔ انگریزی میں اسے colonialism کہتے ہیں۔ اردو میں اس کے لیے نو آبادیاتی صورت حال کی اصطلاح زیادہ واضح ہے۔" (۲)

نو آبادیات نظام میں ایک طاقت ور کمزور کو یرغمال بنا کر اس کے وسائل پر قابض ہو جاتا ہے۔ انسانی تاریخ کے طویل ارتقا میں یہ عمل کسی نہ کسی صورت جاری رہا ہے۔ اگرچہ اس کے انداز تبدیل ہو جاتے ہیں۔ مگر بنیادی مقاصد میں کوئی خاص فرق نہیں آیا۔

کولنز کوبلڈ ڈکنشری Collins Cobuild English Language Dictionary کے مطابق:

"نو آبادیاتی صورت حال ایک ایسا عمل ہے جس کے تحت ایک طاقت ور ملک اپنے سے کم زور ممالک پر اجارہ حاصل کر کے ان کے جملہ وسائل کو اپنے دولت اور طاقت میں اضافے کے لیے استعمال کرتا ہے۔" (۳)

نو آبادیاتی نظام ایک ایسا معاشی، ثقافتی اور سیاسی نظام ہے جس میں ایک طاقتور طبقہ علم و ٹیکنالوجی اور فوجی طاقت کی بنیاد پر دوسرے کمزور طبقہ کو ہر سطح پر مغلوب کرتا ہے۔ تاکہ اپنے آپ کو مستحکم کر سکے۔ ایک ملک اپنی جغرافیائی حدود سے نکل کر دوسرے ملک کی جغرافیائی حدود میں داخل ہو کر وہاں کے مقامی باشندوں کا استحصال کرتا ہے اور مختلف حکمت عملیوں سے انہیں مغلوب کرنے کی کوشش کرتا ہے اور مقامی باشندوں کو نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی طور پر بھی غلام بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

نو آبادیاتی نظام کی تشکیل اس وقت ہوتی ہے جب کوئی ملک اپنی فوجی طاقت کے بل پر کسی دوسرے ملک پر قابض ہوتا ہے۔ دنیا میں جہاں یہ نو آبادی قائم کی جاتی ہے وہاں کے مقامی لوگوں پر فاتح گروہ اپنے قوانین، معاشرت اور حکومت بھی مسلط کر دیتے ہیں۔ نو آبادیات ایک ایسی حکمت عملی ہے جس کے تحت طاقتور اقوام کمزور اقوام پر غاصبانہ قبضہ جما لیتی ہیں اور اپنی طاقت اور دولت کو بڑھانے کے لیے ان

اقوام کے بنیادی وسائل کو استعمال میں لاتی ہیں۔ جس سے وہ اپنی معیشت مضبوط کرتے ہیں۔

درج بالا بحث سے ہم نو آبادیات کی تعریف ان الفاظ میں کر سکتے ہیں کہ جب طاقتور اقوام اپنے ملک کی حدود سے نکل کر دوسری اقوام کی حدود پر حملہ کر کے ان پر قبضہ قائم کرتی ہیں اور وہاں کے باشندوں کو جسمانی، نفسیاتی اور ذہنی طور پر غلام بناتی ہیں۔ اپنی عسکری اور عددی برتری کی بنیاد پر کمزور ملکوں اور ریاستوں کو اپنا مطیع بنا کر ان کے بعد ان کے ثقافتی رشتوں، تمدنی ماحول، تہذیب کے علاوہ تاریخی شعور میں بھی تبدیلیاں لاتا ہے۔ ان کے تمدنی و ثقافتی نظام کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اشرف کمال کے مطابق نو آبادکاروں کے مقاصد یہ ہیں:

"نو آبادیاتی نظام کی تشکیل کے پیچھے طاقت ور قوم کے غاصبانہ قبضہ کرنے کی ذہنیت موجود ہوتی ہے۔ طاقت ور قوم جب کسی کمزور قوم اور ملک کو اپنی نو آبادیات بنا لیتا ہے تو ان کے رسم و رواج، طرز تمدن، معاشرت کے طور طریقے، زبان و تعلیم پر اپنی گہری چھاپ لگانے کی سعی کرتا ہے۔ اس ساری صورت حال کا مقصد اپنے اقتدار و اختیار اور دائرہ کار کو عروج دینا اور مغلوب باشندوں کو ہر حوالے سے مجبور و بے بس کرنا ہوتا ہے۔" (۳)

یہی وجہ ہے کہ جب ایک ترقی یافتہ ملک کسی دوسرے کمزور ملک یا خطے پر قابض ہوتا ہے تو وہ انہی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے سرگرداں رہتا ہے۔ برصغیر میں انگریز نو آبادکار بھی انہی مقاصد کے حصول کی خاطر یہاں وارد ہوئے۔ برصغیر پاک و ہند ایک زرخیز خطہ ہے۔ اس لحاظ سے دور قدیم سے ہی غیر ملکی اقوام کی آماجگاہ بنا رہا۔ ہندوستان میں تاجر کے روپ میں آنے والے استعمارکاروں نے یہاں عملاً زندگی کے ہر شعبے میں عمل داری قائم کرنے کے منصوبے شروع کیے۔ برصغیر میں نو آبادیاتی دور سکندر اعظم سے شروع ہوتا ہے پھر محمد بن قاسم، منگول خاندان، لودھی خاندان، یورپی اقوام، پرتگالی، ولندیزی، فرانسیسیوں سے ہوتا ہوا سامراجی دور تک پہنچتا ہے۔ برصغیر میں برطانوی اقوام سے قبل پرتگیزی آئے اور پھر ولندیزیوں نے قدم جمائے بعد ازاں فرانسیسی عہد برصغیر میں پوری نوآبادیات کے ضمن میں کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔ برطانوی انگریز تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے لیکن آہستہ آہستہ قابض ہونے لگے اور بالآخر ۱۶۰۱ء میں برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام عمل میں آیا۔ برطانوی راج نے برصغیر میں نظام حکومت چلانے کے لیے نئی پالیسیاں اور حکمت عملیاں بنائیں۔

نو آبادیاتی نظام کے قیام کے پس منظر میں یورپی اقوام کے بہت سے مقاصد کارفرما تھے۔ ان میں سب سے اہم اور بنیادی مقصد نمایاں کالونیوں میں قدرتی وسائل کی لوٹ مار کے ساتھ ساتھ یورپ کی مصنوعات کی کھیپ کے لیے نئی منڈیوں کی تلاش تھی۔ عیسائیت کی ترویج و اشاعت تھی۔ کمزور اقوام پر غاصبانہ قبضہ قائم کرنا تھا اور نو آبادیوں کے سرمایہ کو اپنی معیشت کی ترقی کے لیے استعمال کرنا تھا۔ نو آبادکاروں کا مقصد کالونیوں کے ساتھ تجارت کے ذریعے زیادہ منافع حاصل کرنا تھا۔ نو آبادیاتی نظام کی پالیسیوں اور حکمت عملیوں کا اثر نو آبادیاتی دور کے ادب پر بھی ہوا۔ نو آبادیاتی ادب ایسے ادب کو کہتے ہیں جو نو آبادیاتی عہد میں تخلیق ہوا۔ ان تحریروں میں ہمیں نو آبادکاروں کے رجحانات، رویوں اور سامراجی سوچ کی تصویر کشی ملتی ہے۔ ان تحریروں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کیسے اس عہد کے ادیبوں نے نو آبادیاتی کش مکش کو بیان کیا ہے۔ برطانوی نو آبادیاتی نظام نے ہندوستان کے مقامی ادبا کو بُری طرح متاثر کیا۔ نثر کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی نو آبادیاتی نظام کی جھلک ملتی ہے۔ ہندوستان میں غزل کے مقابلے میں نظم اور داستان کے مقابلے میں ناول کے لیے فضا ہموار کی گئی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستانی سماج حاکم اور کالے اور گورے میں تقسیم ہوا اور محکوم تقسیم در تقسیم ہوئے۔ کسی بھی قوم پر طاقت سے غلبہ حاصل کرنے کے بعد اقتدار میں استحکام اور طوالت پیدا کرنے کے لیے سیاسی، سماجی، ثقافتی، تعلیمی اور معاشی نوعیت کے پروگرام مرتب کیے جاتے ہیں ایک طرف مراعات یافتہ طبقے اور دوسری طرف تعلیمی نظام کی بدولت ہندوستان میں ایسے خاندان اور افراد بڑی تعداد میں وجود میں آ گئے جو اپنی تہذیب و تاریخ سے شرمندہ تھے اور مغربی تہذیب و فکر سے مرعوب۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۳۷ء تک بہت سے اردو ناولوں کا موضوع مغربی تہذیب و فکر کے اثرات ہے۔ ان میں خاص طور پر ڈپٹی نذیر احمد، مرزا محمد ہادی رسوا، قرۃ العین اور عزیز احمد کے نام قابل ذکر ہیں۔ زیر نظر تحریر میں ڈپٹی نذیر احمد کے ناول ”ابن الوقت“ کا مطالعہ نو آبادیاتی تناظر میں کیا جا رہا ہے۔ اس ناول میں نو آبادیاتی دور کی عکاسی ملتی ہے۔

مولوی نذیر احمد کا شمار اردو کے اولین ناول نگار اور ارکانِ خمسہ میں ہوتا ہے۔ ۱۸۰۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۲ء میں انتقال کر گئے۔ سر سید احمد خان کے رفیق اور ان کے مقصدی و اصلاح ادب کے داعی ہیں مگر سر سید کی طرح مذہبی طور پر لبرل ازم کے قائل نہیں تاہم مادیت پرستی پر مذہب کو فوقیت دیتے ہیں اور عملی زندگی میں افادیت پسندی کی راہ پر گامزن تھے۔ ان کے تمام ناول جنگ آزادی کے بعد منظر عام پر آئے۔ ان کا بنیادی مقصد مقصد پسندی، مذہب سے رغبت، حصول تعلیم، مشرقی اقدار کا فروغ اور مغربی طرز رہن سہن کو اپنانا تھا۔ ”مراۃ العروس“

اور "بنات النعش" میں تعلیم نسواں کو موضوع بنایا۔ "توبۃ النصوح" میں نئی نسل کو بے دینی سے بچانے کی کوشش کی۔ "ایامی" اور "رویائے صادقہ" کا موضوع بھی سماجی اصلاح ہے۔ انگریزوں نے نام نہاد اقتدار مسلمانوں سے چھینا اور اسی لیے انہوں نے مسلمانوں کا سیاسی و سماجی استحصال کرنا شروع کیا۔ اگر نو آبادیاتی عوام کو مساوی حقوق مہیا کیے جاتے تو وہ ریاست ہوتی نہ کہ نو آبادی۔ سو ہندوستان کے باشندوں کو بھی اس امتیازی سلوک کا شکار ہونا پڑا جو نو آباد کاریوں کی عوام کا مقدر ہوتا ہے۔ ان کی مذہبی عبادت گاہوں اور رسم و رواج کو تباہ و برباد کیا گیا۔ اس پامالی کا ذکر نذیر احمد نے اپنے ناولوں میں جا بجا کیا ہے۔ مذہبی تقدس اور معاشی و سیاسی اور معاشرتی زبوں حالی کے بعد باشعور مسلمانوں کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ اقتدار کا واپس ملنا ممکن نہیں چنانچہ اگر ہم اچھے حاکم نہیں بن سکتے تو اچھے محکوم ہی بن جائیں۔ یہ احساس سر سید اور ان کے رفقاء نے اپنی تخلیقات کے ذریعے اجاگر کیا۔ ڈپٹی نذیر احمد نے اپنے تمام ناولوں میں اسی شعور کی وضاحت کی ہے۔ لیکن سیاسی و سماجی غلامی کی نئی صورتِ حال کو نذیر احمد نے جس ناول میں بیان کیا وہ "ابن الوقت" ہے۔

اگرچہ نذیر احمد کو ناول لکھنے کی تحریک حکومت کی طرف سے انعام دیے جانے کے بعد ملی مگر ان کا معاملہ دیگر ارکانِ خمسہ سے مختلف تھا۔ ان کے ناولوں میں دو متضاد رجحان پایا جاتا ہے۔ ایک طرف تو یہ برطانوی راج کو ہندوستان کے لیے نعمت خیال کرتے ہیں دوسرا یہ کہ مغربی تہذیب کو جزوی طور پر اپنی شرائط پر قبول کرتے ہیں۔ اسی لیے ثقافتی اور ادبی ورثے کے بارے میں ان کا رویہ حالی اور آزاد سے جدا تھا۔ ان کے ناولوں میں مشرقی و مغربی اقدار کی کشمکش دکھائی دیتی ہے۔ لیکن نذیر نے مغربی اور مشرقی کشمکش کو حالی اور آزاد کے برعکس کامیابی سے پیش کیا ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد ان اکابرینِ ادب میں شامل ہیں جو انگریزوں کی بالادستی کو تسلیم کر چکے تھے اور ان کے احکامات کو تسلیم کرنے اور اچھی رعایا بننے کی سوچ کو پروان چڑھا رہے تھے۔ انگریزوں کی حمایت میں بعض اوقات زمین آسمان تک ایک کر دیتے ہیں۔

نذیر احمد انگریزوں کی تقلید میں ان کے علوم فنون کے حصول خاص طور پر جدید علم کو ترقی کی منزل گردانتے ہیں۔ برصغیر کی دوسری اقوام خواہ وہ ہندو یا سکھ تمام انگریزی تعلیم حاصل کر رہے تھے صرف مسلمان ہی اس میدان میں پیچھے تھے۔ نذیر احمد مسلمانوں کی علمی ترقی اور بالخصوص خواتین کی تعلیم پر بھی بہت زور دیتے تھے۔

نذیر احمد نے ابن الوقت ۱۸۵۷ء کے حالات و واقعات اور ہندوستان میں برطانوی سامراج و استعماری حکومت کے قیام کے موضوع پر تحریر کیا۔ جنگ آزادی کے بعد مسلمان سیاسی، سماجی، مذہبی، تعلیمی غرض ہر لحاظ سے پسماندگی اور تنزلی کا شکار ہو رہے تھے۔ مسلمانوں کو ملازمتوں کے مواقع بھی فراہم نہیں کیے جاتے تھے۔ اس دور میں ہندوستان کی جو سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالت تھی اس کا بیان انہوں نے ناول کے مختلف کرداروں کے ذریعے کیا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند کی سیاسی تاریخ کو ہی تبدیل کیا بلکہ یہاں صدیوں کی پرانی تہذیب و ثقافت کو بھی پامال کر دیا۔ اسی کے ساتھ انگریزوں نے استعمار زدہ باشندوں کو ذہنی طور پر اتنا تبدیل کر دیا کہ وہ ذہنی طور پر بھی مغلوب اور غلام بن کر رہ گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ برصغیر کے نوجوان مسلمانوں نے مسلم طبقے کی مشرقی روایات، رسوم و رواج، تہذیب و ثقافت، تعلیم اور حکومت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کر دیا۔ ہندو تو ہندو مسلمانوں نے بھی عیسائیت کا پرچار شروع کر دیا۔ دوسری طرف مغرب میں سائنس و ٹیکنالوجی اور صنعتی انقلاب نے نئی نئی ایجادات ہونا شروع ہو گئیں۔ مغرب میں سائنس نے مذہب کی جگہ اختیار کر لی یہی وجہ ہے کہ یہاں کا تعلیم یافتہ طبقہ مذہب سے دور ہوتا گیا۔ نو آبادیاتی نظام کے تحت روشن خیال گروہ نے مغربی تعلیم رائج کی۔ اس جدید مغربی اور سائنسی تعلیم سے ہندوستان میں ایسی فضا پیدا ہوئی جس نے مسلمانوں کے باشعور طبقہ کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے گروہ میں وہ علماء اور ادباء شامل تھے جنہوں نے مغرب کی ہر چیز پر غصے کا اظہار کیا۔ مغربی تعلیم کے حصول کو انہوں نے مغربی تہذیب کے مترادف گردانا۔ یہ وہ گروہ تھا جو برطانوی نو آبادکاروں سے کھلم کھلا اپنی نفرت کا اظہار کرتا تھا۔ دوسرا وہ گروہ تھا جو ان نو آبادکاروں کی تہذیب و ثقافت میں اپنے آپ کو جذب کرنے کے لیے تیار تھا۔ جو مغربی تعلیم کے حصول کو مُضر نہیں سمجھتا تھا یہ گروہ اس بات کا قائل تھا کہ مسلمانوں کی ترقی جدید تعلیم کے حصول میں مضمر ہے۔ اس گروہ کا خیال تھا کہ وہ استعمار کاروں کی صف میں شامل ہو جائے اور ان جیسا بن جائے۔ استعمار زدہ باشندوں کا تیسرا گروہ ان دونوں گروہوں کا امتزاج ہے۔ جو ایک طرف نو آباد کاروں کی ثقافت اور پہچان کو بھی برقرار رکھنے کی خواہش کرتا اس انجذابی صورت میں وہ استعمار کا رقوم کی ثقافت اور بعض حکمت عملیوں سے نفرت کرتا جبکہ بعض رویوں اور طریقوں سے محبت کرتا تھا۔ اور اس طرح وہ ان کو قبول کر لیتا ہے۔ ان رویوں کے حامل ادیبوں میں سر سید احمد خان، مولانا شبلی نعمانی، الطاف حسین حالی، محمد حسین آزاد، اور ڈپٹی نذیر احمد قابل ذکر ہیں۔

ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کے بعد تصادم کی یہی حالت زور پر تھی۔ جس کی وجہ سے نو آبادیاتی باشندے نو آباد کار قوم کے رہن سہن، اطوار و عادات، لباس، طرز فکر، تہذیب و ثقافت کو قبول کرنے پر مجبور تھے۔ اس حوالے سے ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

"انجذاب کی صورت میں مغربیت میں اعتقاد پختہ ہوتا ہے۔ جبکہ بغاوت ہو تو علاقائی یا قانونی پہچان کو فروغ ہوتا ہے اور امتزاج کی وجہ سے آفاقی نقطہ نظر کا دعویٰ کیا جاتا ہے آفاقیت بھی دو طرح کی نو آبادیاتی نظام کی عطا ہے۔" (۵)

نذیر احمد نے ابن الوقت میں مشرقی اور مغربی تہذیب کی ثقافت کے تصادم، انجذاب اور مفاہمت کو موضوع بنایا ہے۔ دیکھا جائے تو یہ موضوع بہت محدود اور فرسودہ لگتا ہے لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد برصغیر پاک و ہند کے باشندوں کے ذہنوں اور دلوں میں مغربی ثقافت و تہذیب کے خلاف تصادم، ٹکراؤ اور مفاہمت کے رویے پیدا ہوئے۔ بہ یک وقت نفرت و محبت، مفاہمت و مخالفت، نقالی، مخلوطیت کے رجحانات فروغ پائے۔ اس تناظر کی وضاحت ابن الوقت میں کی گئی ہے۔ اس ناول میں انہی دو جذبی رجحان کی عکاسی کی گئی ہے۔ جس میں ایک طرف توانگریزوں کی قدردانی اور شرافت کی داد و تحسین کا رویہ ملتا ہے تو دوسری طرف استحصال زدہ باشندے استعمار کاروں سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ان سے ہاتھ ملانا بھی جائز نہیں سمجھتے۔ اقتباس دیکھئے:

"ملک لوٹ آئے اور تمام درس گاہوں کو دیکھتے بھالتے پھرے قدر دانی ہو تو ایسی کہ جس جماعت میں جاتے مدرس سے ہاتھ ملاتے۔ بڑے مولوی صاحب نے طوعاً کرہاً بادل ناخواستہ آدھا مصافحہ کیا تو سہی مگر اس ہاتھ کو عضو نجس کی طرح الگ تھلگ لیے رہے۔" (۶)

یہ ہے نذیر احمد کا وہ دو جذبی رویہ جس میں ایک طرف تو وہ انگریزوں کی قدردانی کا اعتراف کرتے ہیں تو دوسری طرف ان سے بے پناہ نفرت کا اظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ ان سے ہاتھ ملانے کو نجس بلکہ کفر سے تعبیر کرتے ہیں۔ نو آبادیاتی نظام میں جب طاقتور طبقہ کمزور طبقے کو یرغمال بنا کر ان پر غاصبانہ قبضہ کرتا ہے تو ان کی ثقافت و تہذیب پر بھی قبضہ کرتا ہے ایک ثقافت جب دوسری پر اثر انداز ہوتی ہے تو اس کے لیے کافی وقت درکار ہوتا ہے۔ استعمار زدہ عوام کی ذہنیت کو تبدیل کرنا ایک ذہنی حکمت عملی ہے۔ جس کے نتیجے میں ایک ثقافت دوسری ثقافت پر قربان ہوتی ہے، جنگ آزادی کے بعد برطانوی راج نے اردو کو انگریزی میں غلط ملط کرنے کے لیے کئی سازشیں کی

لیکن اس آمیزش کے جذبے کو نذیر احمد نے ابن الوقت میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

"یہ مصیبت کس کو بتائیں کہ انگریزی حکومت نے ہماری دولت و ثروت ، تہذیب و تمدن ، طرز معاشرت ، رسوم و رواج ، وضع قطع ، علوم و فنون غرض سب چیزوں کو ہی برباد کر دیا صرف ایک زبان ہی تھی لیکن اس کا بھی یہ حال ہے کہ انگریز عجزو نا واقفیت کی وجہ سے غلط اور نا مر بوط اردو بولنے لگے۔" (۷)

نذیر احمد نے ناول میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ مغربی تہذیب و تمدن کو ضرور اپنایا جائے لیکن اس سطح پر نہ جائیں کہ اپنی روایت اور تہذیب کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔ نذیر احمد اس بات کے حق میں تھے کہ معاشرے میں وقت کے ساتھ توازن برتتے ہوئے تبدیل ہونے میں کوئی برائی نہیں۔ ناول میں ایسے لوگوں کی کہانی ہے جو استعمار کاروں کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو دیکھتے ہوئے اس سے وقتی طور پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ایک انگریز افسر نوبل زخمی ہو جاتا ہے۔ اس سخت حالات میں ابن الوقت اس کی مدد کرتا ہے۔ اسے زخمیوں کے ڈھیر سے اٹھا کر اپنے گھر لاتا ہے۔ اس کی تیمارداری کرتا ہے جب تک وہ صحت یاب نہیں ہو جاتا اس کو اپنے گھر میں ہی رکھتا ہے۔ تین مہینے نو دن نوبل صاحب ابن الوقت کے گھر میں ہی رہے اس عرصے میں دونوں میں اس درجے کا ارتباط بڑھا کہ آج تک کسی ہندوستانی کو کسی انگریز کے ساتھ اتفاق نہیں ہوا۔ نوبل صاحب ایک لمحے کو بھی ابن الوقت کا اپنے پاس سے ہٹنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اسی دوران ان دونوں میں مشرق اور مغرب کی تہذیب، لباس اور رہن سہن پر بات ہوتی ہے مسٹر نوبل ایسی باتیں کرتا ہے کہ ہندوستانی باشندوں کے لباس کمتر اور نا قص ہیں۔ ان کو حقیر سمجھتا ہے۔ نوبل کے بقول ہندوستانی عقل سے کام ہی نہیں لیتے۔ ابن الوقت اس کی باتوں سے متاثر ہوتا ہے۔ نوبل صاحب ابن الوقت کو تبدیلی کا درس دیتا ہے کہ اب ہماری حکومت بے اختیارات ہمارے پاس ہیں۔ ہندوستان کے مقامی باشندوں کی بہتری اسی میں ہے کہ آپ لوگ مغربی تہذیب و تمدن کو اپنائیں۔ نوبل صاحب کی باتیں سن کر ابن الوقت اپنی تہذیب و ثقافت اور رہن سہن، طرز زندگی کو ترک کر کے انگریزی وضع اختیار کر لیتا ہے۔ اپنا حلیہ، لباس اور شکل و صورت انگریزوں کی طرح بناتا ہے۔ ابن الوقت کی وضع کو نذیر احمد اس طرح بیان کرتے ہیں :

"جان نثار ابن الوقت کو اس کی کوٹھی پر لے گیا اور فوراً ہی اس کی حجامت کروادی اس کو نہلا دھلا کر، موقع اور وقت کے مطابق انگریزی فیشن ایبل سوٹ پہنا کر اس کو اچھا خاصا یورپین جنٹلمین بنا دیا۔" (۸)

ابن الوقت وضع قطع نہیں بلکہ ہر حوالے سے استعمار کاروں کی پیروی کرتا ہے۔ جس میں لباس، شکل، صورت، عادات و اطوار، اٹھنا بیٹھنا، طرز گفتگو اور طعام کے طریقے وغیرہ شامل ہیں۔ کھانے میں وہ مشرقی کھانوں کی بجائے مغربی کھانے کھاتا ہے۔

جس میں سوپ، کٹ لس، بیل ریس اور ریڈ ننگ وغیرہ شامل ہے۔ اس کی رہائش گاہ بھی مغربی طرز پر تیار کی گئی۔ انہوں نے کمرے میں تصاویر لگائی ہیں۔ نماز کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہیں۔ استعمار کاروں کی طرح کتے اور گھوڑے بھی پالتے ہیں جس طرح انگریزی معاشرت میں ملازمین رکھے جاتے ہیں۔ عین اسی طرح ابن الوقت کے ہر حکم کی تعمیل کے لیے ملازمین بھی رکھے گئے۔

ابن الوقت کو مغربی طرز پر اکسانا نوبل صاحب کی ایک شعوری کوشش ہے۔ وہ ایسے اقدامات کرنے کے خواہاں ہیں جن سے ہندوستان میں برطانوی راج کو استحکام ملے اور زیادہ سے زیادہ لارڈ میکالے کے پیروکار نظر آئیں۔ دور رس نتائج کے حصول کے لیے انگریزی زبان اور تہذیب کو فروغ دینے کے خواہش مند ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہ بات ایک تحریک کی شکل اختیار کرے اور یہ تحریک خود ہندوستانیوں کے اندر سے اٹھے۔ نوبل صاحب کے عزائم وہ امپیریل ایجنڈا ہے جو نوآبادکاروں نے رفتہ رفتہ مختلف ذرائع سے پھیلایا۔ لیکن ابن الوقت ان عزائم سے واقف نہیں وہ نہیں جانتا کہ یہ چپکے چپکے کوشش کتنے عرصے سے ہو رہی ہے۔ نوبل صاحب ابن الوقت کو انگریزی جنٹلمین کی خصوصیات سے آگاہ کرتا ہے کہ انگریزی زبان اور خیالات کو اپنانے سے جو جنٹلمین وجود میں آتا ہے وہ پختہ ارادے کا مالک ہوگا۔ عالی حوصلہ ہو گا، باہمت اور فیاض ہو گا۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جو انگریزی تہذیب کے بغیر پیدا ہونا ناممکن ہے۔

ناول کی نویں فصل میں ابن الوقت کی تبدیلی وضع کا حال بیان کیا ہے۔ نوبل صاحب کا ایک جان نثار ملازم ابن الوقت کو مغربی تہذیب کی خصوصیات بتاتا ہے وہ تبدیلی وضع کے سلسلے میں اسے قیمتی مشورے دیتا ہے۔ ہر وقت انگریزی کلچر، وضع اور رہن سہن کی تعریف کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ اسے ایسا کرنے کے لیے نوبل صاحب نے کہا ہو۔ اس کے بقول انگریزوں کے بُرے بھی ہمارے اچھوں سے اچھے اور بہت اچھے ہیں۔ ابن الوقت کا حلیہ بدلنے میں بھی اس کی مدد کرتا ہے۔ غور کیا

جائے تو اس میں نوبل صاحب کا قصور دکھائی نہیں دیتا۔ کیونکہ ابن الوقت میں اپنی قوم اور قوم کی ہر چیز کے لیے حقارت اور انگریز اور ان کی ہر بات کی وقعت پہلے سے ہی اس کے ذہن میں موجود تھی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اپنی تہذیب کے لیے کیوں حقارت تھی تو یہ وہی چپکے چپکے کوشش تھی جس کی وجہ سے انگریزی تہذیب کو ہی وہ عظیم سمجھتا تھا۔ یہ وہ نوجوان تھا اور یہ وہ نسل تھی جس پر مغربی طرز اپنا جادو چلا چکی تھی۔ ابن الوقت اپنی تمام توانیاں مغربی طرز کو اپنانے میں صرف کرتا ہے۔

"ابن الوقت نے اُٹینے میں دیکھا تو وہ انگریزوں سے مشابہت رکھتا تھا۔ کپڑے تبدیل کیے کھانا کھایا اور کوٹھی کی دیکھ بھال کی کہ اس کی آنکھ لگ گئی اٹھا اور کھلی فضا میں چہل قدمی کے لیے کپڑے بدلے اور باہر نکل گیا۔ رات کے کھانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں نہ کوئی دربار، نہ کوئی پارٹی اس پر بھی دن کے گیارہ بجے سے اب تک تیسری بار ہے کہ انگریزی تہذیب صرف کپڑے بدلنے کے مترادف ہے۔" (۹)

اس وقت انگریزی استعمار کار اپنی حکومت کو تقویت اور مستحکم کرنے کے لیے ہندوستان کے مقامی باشندوں کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کر رہے تھے جو مقامی باشندے مغربی طرز کی حمایت کرتے تھے ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کو وقتی طور پر انعامات اور مراعات دی جاتی تھیں۔ ان کی جھوٹی تعریفیں کی جاتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابن الوقت نے جنگ کے دوران ایک انگریز افسر کی جان بچائی تو برطانوی راج ابن الوقت اور اس کے خاندان پر مہربان ہو گیا۔ اُسے انعام سے نوازا گیا لیکن یہ سب مہربانیاں اور مراعات اپنے مفادات کے لیے تھیں۔ استعمار کاروں نے ابن الوقت کی خوب قدر کی اور اسے اپنے دربار میں داخلے کی اجازت بھی دے دی۔ ورنہ یہ لوگ ہندوستانیوں سے اتنی نفرت کرتے تھے کہ انہوں نے جگہ جگہ یہ جملہ لکھا ہوا تھا کہ ہندوستان میں ان کے درباروں میں "ہندوستانیوں اور کتوں کا آنا ممنوع" ہے۔

ابن الوقت کے انگریزی وضع اختیار کرنے کے بعد نوبل صاحب اس کے اعزاز میں کھانا رکھتے ہیں اور اس میں بڑی تعداد میں انگریزوں کو مدعو کرتے ہیں۔ کھانے کے بعد ابن الوقت ایک طویل تقریر بھی کرتا ہے جس کے مطابق ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جا سکتا ہے اور ان دونوں کی نا اتفاقی انگریزی حکومت کے لیے نیک شگونی ہے۔ اور مسلمانوں اور ہندوؤں میں اتحاد برطانوی راج کے لیے سب سے بڑا خطرہ تھا۔

نذیر احمد نے ابن الوقت میں پیدا ہونے والی ظاہری، ذاتی اور قلبی تبدیلیوں کا گہرائی سے جائزہ لیا ہے۔ نذیر احمد مذہبی تعلیمات کی اہمیت دل و جان سے جانتے ہیں۔ نذیر احمد انگریزی وضع اور اطوار کو اسلام کی ضد مانتے ہیں کیونکہ اسلام و مغربی وضع کو ایک ساتھ چلانا ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ جیسے جیسے ابن الوقت مغربی طرز کو اپناتا ہے ویسے ویسے وہ مذہب سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اس کا کلی طور پر مغربی کلچر کو اپنانا اور زندگی کا حصہ بنا لینا مصنف کو بھی پسند نہیں۔ اس لیے وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے اور ناول میں اس وقت دلچسپ صورت حال پیدا ہوتی ہے جب نوبل کی جگہ مسٹر شارپ تعین ہوتے ہیں۔ شارپ ابن الوقت کی مغربی طرز کو حقارت سے دیکھتے ہیں وہ ابن الوقت کو یہ احساس دلاتا ہے کہ تم جتنی مرضی مغربی انداز زندگی اپنا لو تم ہماری برابری کبھی نہیں کر سکتے۔ ہندوستانی کالے انگریزی گورے کا کبھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انگریزوں کی تقلید کی وجہ سے ابن الوقت کو انہیں کے اپنے لوگ بھی نا پسند کرنے لگتے ہیں۔ اس کی نئی وضع اور جدید خیالات کو زیادہ پذیرائی نہ مل سکی۔ انہیں جگہ جگہ خفت اٹھانا پڑی آہستہ آہستہ انگریز بھی اس سے بد ظن ہو گئے۔ نذیر چونکہ مذہب اسلام کی تعلیمات کے پیروکار تھے اور انہیں اس بات کا ادراک ہو گیا تھا کہ مغربی طرز کو اپنانے سے مذہب سے دوری ہوتی ہے اور مغربی وضع کے ساتھ اسلام کا نبھا مشکل ہے۔ انہوں نے ناول میں انگریزی لباس کے مسائل کی نشاندہی کی ہے۔ مثلاً:

"انگریزی لباس پہن کر نماز روزے کی پابندی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کوٹ کو تو اتار کر کھونٹی پر لٹکا دیا جا سکتا ہے لیکن کم بخت پینٹ بڑی مصیبت پیدا کرتی ہے۔ اس کو اتارنا اور پھر پہننا دقت سے خالی نہیں۔ اس سے بڑی مصیبت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب طہارت کی جاتی ہے کیوں کہ نماز طہارت سے مشروط ہے چنانچہ انگریزی وضع کے ساتھ نماز کا التزام ممکن نہیں۔" (۱۰)

غرض تبدیلی وضع سے ایک ہی مہینے کے اندر اندر ابن الوقت پر ظاہر اسلام کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اگر کوئی اجنبی اس کی کوٹھی میں آجاتا تو پہچان نہ سکتا کہ اس کے اندر انگریز رہتا ہے یا ہندوستانی۔

نو آبادیاتی نظام میں استعمار کاروں میں ایک رویہ طاقت اور تشدد کے مابین پائے جانے والے ناگزیر ربط کا ہے جس میں پہلے پہل تو غالب اقوام کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مغلوب باشندے ان کی تہذیب و ثقافت، طور طریقے، طرز لباس وغیرہ کو اپنائیں، غرض ہر لحاظ سے انہیں مغلوب کیا جاتا ہے لیکن جب برطانوی راج ہندوستان

میں آیا تو انہوں نے اپنی حکومت اور رعایا کے درمیان ایک فاصلہ قائم کر لیا۔ ولیم شارب انہی لوگوں میں شامل ہے جو حکومت اور استعمار زدہ باشندوں کے طور طریقے، لباس، گفتگو، رہن سہن، اور تہذیب و ثقافت کے مابین فاصلہ رکھنے کی حمایت کرتے ہیں۔ اس کے مطابق اگر مقامی باشندے مغربی طرز کو اپنا لیں تو حاکم اور محکوم میں تمیز اور فاصلہ ختم ہو جائے گا اور اس کا نقصان ہماری حکومت اور اقتدار کو پہنچے گا۔ اسی لیے وہ استعمار زدہ باشندوں کی حرکات کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ ابن الوقت کی مغربی طرز کو اپنانے پر بھی وہ تحقیر آمیز رویہ روا رکھتے ہیں۔

"لباس کسی بھی قوم کا قومی شعار ہوتا ہے۔ اگر یہ ہندوستانی ہم جیسے کپڑے پہنتے ہیں تو یہ آسائش کے لیے نہیں بلکہ ہماری برابری کے لیے پہنتے ہیں۔ ابن الوقت ہی کیا کل کو چپڑاسی، نائی، قلی سب ہی ہمارے جیسا لباس پہنیں گے اور ہماری نقل کریں گے۔" (۱۱)

اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شارب صاحب استعمارزدہ باشندوں کو نا پسند کرتے ہیں۔

ابن الوقت نے برطانوی راج میں نئے دور کے تقاضوں اور جدید مغربی خیالات اپنانے کی لاکھ کوشش کی لیکن اس کے باوجود اسے وہ عزت اور پذیرائی نصیب نہ ہوئی جس کا وہ مستحق تھا۔ بلکہ اس کو بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ایک طرف ہندوستان کے مقامی باشندے اسے لا دین سمجھنے لگے تو دوسری طرف نوبل صاحب کے ولایت جانے کے بعد مسٹر شارب بھی اس سے بد ظن ہو گئے اور اسے نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے۔ مسٹر شارب نہیں چاہتے کہ یہ مقامی باشندہ ایک حد سے آگے مغربی تمدن کو اپنائیں اس لیے اس کی طرز زندگی اور انگریزی سیکھنے پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔

"میں ہندوستانی قوم سے سخت نفرت کرتا ہوں کیوں کہ انگریزی سیکھ کر یہ لوگ بے ادب گستاخ اور زبان دراز بن گئے ہیں۔ اس قدر زبان دراز کہ حکومت اور سرکاری انتظام و حکمت عملیوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ اگر اس قوم میں اپنے آباو اجداد جیسی دلیری اور جرات ہوتی تو کب کا انگریزی حکومت کا تختہ الٹ دیتے مگر شکر ہے کہ ان کی ساری دلیری صرف زبانی ہے عملی نہیں۔" (۱۲)

مسٹر شارب کو جو خوف لاحق تھا وہ کسی حد تک درست بھی تھا کیونکہ گانگریس اور مسلم لیگ نے سب کچھ برطانوی راج سے سیکھ کر پھر ان کے خلاف

مزاحمت کی۔ ابن الوقت انگریزی سے برابری چاہتا تھا لیکن شارپ کے ہتک آمیز رویے کی وجہ سے ابن الوقت بھی اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ ناول کے اختتام پر ابن الوقت کو یہ احساس ہو جاتا ہے کہ جن لوگوں کو وہ اپنی ذات اور قوم کے لیے مثالی سمجھتا تھا لیکن وہ انہیں اپنے ساتھ برابری کی سطح پر دیکھ ہی نہیں سکتے۔ وہ تو صرف اپنے مفادات کی خاطر ان کو استعمال کر رہے ہوتے ہیں تاکہ اپنی حکومت کو استحکام بخشیں۔ انہیں تو یہ استعمار کار صرف غلام ہی سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ غلاموں جیسا ہی سلوک روا رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ احساس پچھتاوا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

نذیر احمد معاشرے میں توازن کے قائل تھے اس لیے ابن الوقت کی حد سے بڑی ہوئی مغربی طرز کو اپنانے پر وہ ان پر تنقید کرتے ہیں اور ناول میں ایک ایسا کردار تخلیق کرتے ہیں جو اسے انگریزی تمدن سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ابن الوقت نے بعد میں مغربی تمدن اور نو آبادیاتی کلچر سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ کردار ”حجتہ الاسلام“ ہے اس نے مسلمانوں کو عیسائیت سے دور رکھنے کی کوشش کی۔ ڈاکٹر ریاض ہمدانی کی رائے ملاحظہ ہو:

”اس ناول میں ایک اہم کردار ”حجتہ الاسلام“ ہے جس کے لغوی معنی اسلام کے بارے میں دلائل ہیں اس کا کردار اس پورے عمل کو روکنے کے لیے تھا اور یہ صرف کردار نہیں بلکہ پوری تحریک تھی جس سے ابن الوقت بھی بہت متاثر ہوا۔ اس نے مسلمانوں کو عیسائی ہونے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔“ (۱۳)

حجتہ الاسلام کے سمجھانے اور شارپ کے حقارت آمیز رویے کی وجہ سے ابن الوقت کے دل میں بھی مغربی تمدن سے نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ اسے افسوس تھا اس نے مشرقی روایات کو فراموش کر کے مغربی طرز کو اپنا لیا لیکن اب وہ اس طرز سے دوری اختیار کر کے سچا مسلمان بننے کی خواہش کرنے لگا۔ حجتہ الاسلام نہایت ادب کے ساتھ شارپ کو بتاتا ہے کہ مغربی طرز کو اختیار کرنے پر اس کے دوست کو کیا ہوا وہ سن لیں۔ میں خوب جانتا تھا کہ یہ شخص کسی کے سمجھانے سے سمجھنے والا نہیں۔ میں نے ایک کان تو کیا بہرا اور دوسرا گونگا اور خبر نہ لی کس کو بلاتے ہیں۔

”اس نے اپنی وضع تبدیل کی تو ساری دنیا نے اس شخص کو برا بھلا کہا۔ کوئی اسے بے دین کہتا تو کسی نے اس کو کر سچن کہا۔ برادری والے اسے اتنا برا سمجھتے ہیں کہ اس کے ہاتھ سے چھو پانی بھی نہیں پیتے۔ برادری چھوٹی، سب

رشتے دار دوست احباب چھوٹ گئے مختصر یہ کہ رسوائی و
ذلت کی کوئی حد باقی نہیں۔" (۱۳)

نذیر احمد نے حجتہ الاسلام کے کردار کے ذریعے ان مسلمانوں کی عکاسی کی جو ان استعمار کاروں کی حکمت عملیوں، نظام حکومت اور سیاسی حربوں کے باوجود مغربی تمدن کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور مشرقی روایات کی پاسداری کرتے رہے۔ اور اپنی زندگی دین اسلام کے اصولوں کے مطابق بسر کرتے رہے۔ حجتہ الاسلام کو ابن الوقت کی مغربی طرز و تمدن اپنانے پر سخت اعتراض ہے مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ انگریز سرکار ہندوستان کے لیے ایک نعمت ہے۔

نذیر احمد اور ابن الوقت ذہنی طور پر تذبذب اور کشمکش میں مبتلا ہیں۔ ایک طرف تو مغربی تمدن کو اختیار کرتے ہیں اور مختلف عہدوں پر فائز ہوتے ہیں لیکن جلد ہی انہیں احساس ہوتا ہے کہ مسلسل مغربی طرز کو اپنانے سے کہیں وہ عیسائیت کی طرف مائل نہ ہو جائیں اور یہ مغربی تہذیب انہیں اسلام سے دور نہ کر لے۔

ناول میں نو آبادیاتی عہد میں ہونے والی ترقی کو بھی بیان کیا ہے۔ ریل گاڑی، برقی تار اور جدید مشین کا ذکر بھی ناول میں ملتا ہے لیکن یہ وقتی ترقی بھی نو آبادکاروں کی سازش تھی۔ اصل میں وہ اپنی حکومت کو مضبوط کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ہندوستان میں اپنے صنعتی عمل کو مضبوط اور تیز کیا۔

مندرجہ بالا تمام بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد کے ناول ابن الوقت اردو ادب کے کلاسیک نالوں میں شامل ہے جس میں انہوں نے ہندوستان کے نو آبادیاتی معاشرے میں دو طرح کے کرداروں کی عکاسی کی ایک وہ گروہ جو انگریزی تہذیب و تمدن کو اپناتے ہیں اور دوسرا وہ گروہ جنہوں نے مغربی تمدن سے دامن بچایا۔ مرکزی کردار ابن الوقت جو انگریزی لباس اور انگریزوں کا رہن سہن اختیار کرتا ہے وہ استعمار کاروں کی تہذیب و معاشرت کو اپنی مشرقی تہذیب سے بہتر گردانتا ہے۔ اسی لیے مغربی تہذیب کو اختیار کرتا ہے لیکن بے پناہ مسائل کا شکار ہوتا ہے۔ اس کے مقابل دوسرا کردار حجتہ الاسلام کا ہے۔ جو ان استعمار زدہ باشندوں کا نمائندہ ہے جو انگریزی معاشرت سے متنفر ہے۔ ان کے دل میں مذہب کی برتری کا احساس موجود ہے یہی وہ کردار ہے جو ابن الوقت کو مغربی طرز کو ترک کرنے اور مشرقی روایات و معاشرت اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ ناول ایک ایسی دستاویز ہے جس میں ۱۸۵۷ء کے بعد کا ابتدائی دور محفوظ ہو گیا ہے۔ نو آبادکاروں کے عزائم اور استعمار زدہ باشندوں کا مختلف طرف کا ردعمل اس میں موجود ہے۔ ناول میں مصنف نے نو آبادیاتی نظام کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد نے حجتہ الاسلام جیسے کرداروں کے ذریعے ایسے مسلمانوں کو مذہب کی طرف واپس لانے

کا فریضہ سر انجام دیا جو مغربی تمدن کو اپنا رہے ہیں۔ مصنف بھی اس خوف میں مبتلا تھے کہ مغربیت کی چمک سے مسلمان اپنے مذہب سے دور نہ ہو جائیں۔ ابن الوقت کی کردار نگاری کے متعلق ڈاکٹر ریاض ہمدانی لکھتے ہیں:

"ابن الوقت میں ڈپٹی نذیر احمد کی کردار نگاری پہلے ناولوں کی نسبت بہتر ہے۔ دوسرے ناولوں میں ان کے کردار انگریز سامراج کے زیادہ تھے جن میں گوشت پوست کے زندہ کردار دکھائی نہیں دیتے تھے کیونکہ ان کو انسانی لباس پہنا کر اپنے نظریات پیش کیے گئے تھے۔ ابن الوقت کا کردار کسی حد تک حقیقی ہے اور اس طرح کے کردار عام انسانی زندگی میں دکھائی دیتے ہیں۔ ابن الوقت میں ہندو کردار دکھائی نہیں دیتے کیوں کہ ناول نگار کو یہ گوارہ نہیں کہ مستقبل میں ہندو اس پر حاکم ہو۔" (۱۵)

مختصر یہ کہ نذیر احمد نے ابن الوقت میں نو آبادیاتی نظام کی عکاسی کی ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد مقامی ہندوستان ادیبوں کا واسطہ نو آباد کاروں سے پڑا۔ ابن الوقت اس عہد کی سرگزشت ہے۔ اس ناول میں نو آباد کار حکومت کی مخالفت، مفاہمت، تحسین و تنقید جیسے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ نذیر احمد کے اس ناول میں نو آبادیاتی نظام کے اثرات کو ایک حد تک قبول کرنے کا رویہ دکھایا تو کہیں جگہوں پر اس کی مخالفت کو پیش کیا کہ مقامی باشندے مغربی ثقافت کی ہر شے کو کھل کر تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی مغربی تہذیب کی اندھا دھند تقلید کرتے۔ اس لیے مصنف نے ابن الوقت میں مزاحمت کی بجائے مفاہمت کا رویہ اپنایا کیونکہ وہ نو آبادیاتی باشندوں کی ترقی کا راز مفاہمت میں سمجھتے ہیں۔

حوالہ جات

- ۱۔ Oxford English Dictionary (Edited by Ania Loomba), London: Routledge, 1998, P7
- ۲۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، نوآبادیاتی صورت حال، مشمولہ: نوآبادیات و مابعد نوآبادیات (نظریہ، تاریخ، اطلاق)، مرتبہ محمد عامر سہیل، لاہور، عکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، ص ۱۱۰
- ۳۔ Collins Cobuild Dictionary, London: Haper Collins Publishers, 1992, P268
- ۳۔ محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، نوآبادیات و مابعد نوآبادیات، مشمولہ: نوآبادیات و مابعد نوآبادیات (نظریہ، تاریخ، اطلاق)، ص ۱۲۳

- ۵۔ ناصر عباس نیر ، ڈاکٹر، لسانیات اور تنقید، اسلام آباد: پورب اکادمی ، ۲۰۱۳ء ، ص ۳۰
 - ۶۔ نذیر احمد ، ابن الوقت ، لاہور ، الفصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۱۱ء ، ص ۳۹
 - ۷۔ ایضاً، ص ۴۴
 - ۸۔ ایضاً ، ص ۵۸
 - ۹۔ ایضاً ، ص ۶۸
 - ۱۰۔ ایضاً، ص ۱۶۳
 - ۱۱۔ ایضاً، ص ۲۳۶
 - ۱۲۔ ایضاً، ص ۲۵۲
 - ۱۳۔ ریاض ہمدانی ، ڈاکٹر، "اردو ناول کا نو آبادیاتی مطالعہ"، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۸ء ، ص ۱۷۸
 - ۱۴۔ نذیر احمد ، ابن الوقت، ص ۶۶۳
 - ۱۵۔ ریاض ہمدانی ، ڈاکٹر، "اردو ناول کا نو آبادیاتی مطالعہ"، ص ۱۶۹-۱۸۰
-